www.rahimia.org

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ **رحیمیہ** لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ
مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

اگست 2017ء / ذوقعدہ 1438ھ جلد نمبر 9، شمارہ نمبر 8 - قیمت: 20 روپے سالانہ ممبر شپ: 200 روپے - تین سالہ ممبر شپ: 500 روپے

حُسنِ ترتیب

- انسانی سماج کی فلاح کے لیے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی لینا
- فریضۂ حج؛ فوائد و برکات
- پاکستانی سیاست وحکمرانی کا المیہ
- حج کی فرضیت، فضائل اور فوائد
- حضرت جنید بغدادیؒ کی انسان دوستی
- ایک قوم ایک ٹیکس (1)
- اجتماعی مسائل کا حل؛ علاقائی اتحاد
- رمضان المبارک کے اثرات ونتائج
- سانحۂ احمد پور شرقیہ؛ لمحۂ فکریہ
- ایثار وقربانی
- دلاورِ جنگ حضرت مولانا احمد اللہ شاہ مدراسیؒ
- حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کا ایک اہم مکتوب
- احکام ومسائل قربانی
- عیدالاضحیٰ کے احکام ومسائل
- ادارہ رحیمیہ لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ
مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

’’(میرا) کہنا یہ ہے کہ انسان کی رُشد و ہدایت، نجاتِ آخرت یا حصولِ معرفت باری تعالیٰ کا راستہ دوسرا ہے اور عقل اس کے لیے ضروری ہے، مگر گاڑی وہاں (صرف) عقل کے بَل پر نہیں چلتی، بلکہ یوں کہو کہ عقل کو ترقی دی جاتی یا عقل کی رہنمائی کی جاتی ہے۔

وہ علم جس پر انسان کی نجاتِ اُخروی اور معرفتِ الٰہی کا مدار ہے، وہ علم صرف نبیوں کو ملتا ہے۔ مثلاً عقل کو قیامت کا علم، حشر نشر، جنت دوزخ کا علم بھی نہیں ہوسکتا۔ اگر نورِ نبوت، یعنی مغیبات (غیب) کی خبر دینے کا ایک اَور ذریعۂ علم موجود نہ ہو تو عقل قاصر ہے۔ اب اس کو اگر روحانی ترقی کہیں تو روحانی ترقی کے لیے نبوت کا ہی راستہ ہے۔‘‘

(مجلس ۲۹ رمحرم الحرام ۱۳۶۶ھ/ 24 دسمبر 1946ء، مقام: ڈھڈیاں)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 275، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

اِدارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A، کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

رقومات کی ترسیل بنام ’’ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور‘‘ اکاؤنٹ نمبر 0010030341820010 الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ 0533

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

انسانی سماج کی فلاح کے لیے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی لینا

اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ (5:1) (ہمیں سیدھی راہ پر چلا)

اس آیت میں چھٹا اصول بیان کیا جا رہا ہے۔ جب ایک سچے مسلمان نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی سپردگی کا اعلان کر دیا اور اُسی سے تمام کاموں میں مدد طلب کرنے کا عزم کرلیا، اب ضروری ہے کہ انسانی سماج کی تشکیل اور اس کی فلاح و بہبود کے لیے اللہ تعالیٰ سے سیدھے راستے کی ہدایت اور رہنمائی طلب کی جائے۔ انسانوں کا اپنے امور کی انجام دہی سے پہلے درست راستے کا انتخاب سب سے اہم ترین مرحلہ ہوتا ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی طلب کرنا ضروری ہے۔ ہر انسان کو منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لیے صحیح راستے کی نشان دہی چاہیے۔ پھر اس راستے پر استقامت کے ساتھ چلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ سے دعا کرتے ہوئے جو ہدایت طلب کی جا رہی ہے، اس میں یہ دونوں باتیں پیش نظر ہیں۔ یعنی مختلف راستوں میں سے سیدھے راستے کو منتخب کرنے اور سیدھے راستے پر پوری جرأت اور استقامت کے ساتھ چلنے کی طاقت بھی دعا میں مطلوب ہے۔

دعا کی حقیقت کے بارے میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں: ''انسان میں ایک قوت ہے جسے ''ارادہ'' کہتے ہیں۔ اس کے استعمال سے خاص نتائج پیدا ہوتے ہیں جو آنکھ یا کان کی قوت سے نہیں ہو سکتے۔ جب بدن کی طاقتیں ارادے سے متأثر ہو کر کام پر آمادہ ہو جاتی ہیں تو اسے ''ہمت'' کہتے ہیں، یہ ارادہ اور ہمت جس میں زیادہ ہوتے ہیں وہ بڑے بڑے کام کر سکتا ہے۔ انسانی ارادہ کیسے کام کرتا ہے؟ اس کے عمل کا اصل منبع اور خزانہ ''حظیرۃ القدس'' ہے۔ اس سے ہر ایک انسان کا براہِ راست تعلق ہے۔ جب انسانی ہمت حظیرۃ القدس تک پہنچ جاتی ہے تو وہ جو خیال بناتا ہے وہ خارج میں ظہور میں آ جاتا ہے۔ انسانی ہمت کے حظیرۃ القدس تک پہنچ جانے کو شرعی اصطلاح میں ''دعا'' کہتے ہیں۔ اور اس کے نتیجے کے نکلنے کا نام ''استجابت'' (دعا کی قبولیت) ہے۔ اور حظیرۃ القدس کے ساتھ تعلق کو ''تعلق باللہ'' کہتے ہیں۔ دعا کی پہلی اساس یہ ہے کہ دعا سے اس ارادے کا اظہار کیا جائے، جو ہم اپنے دل میں بناتے ہیں۔ یعنی یہ کہ ہم عمل کریں گے۔ دعا کی دوسری اساس یہ ہے کہ ہم یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگی جائے وہ ضرور ملتی ہے۔ دعا کی ان دونوں بنیادوں کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم سیدھے راستے پر چلیں گے۔ ٹیڑھے اور غلط راستے پر نہیں چلیں گے۔ یہ فیصلہ کر لینا انسان کا بہت بڑا اشرف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں غلطی ہوگی ہم اسے چھوڑتے جائیں گے۔''

اس آیت میں ہدایت مانگنے کا مطلب انسانی سماج کی ترقی کے لیے کسی اَور کے بجائے صرف اللہ تعالیٰ سے ہی رہنمائی لینے کا فیصلہ اور عزم کرنا ہے۔ اور یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم سیدھی راہ پر ہی چلیں گے، غلط راستے پر ہرگز نہیں چلیں گے۔ اس اصول کے ذریعے سے انسانی سوسائٹی کے عالم گیر نظام کی تشکیل میں خود ساختہ تصورات اور ناقص رہنمائی پر مبنی فکر و عمل کا انکار اور ردّ کیا جا رہا ہے۔ سوسائٹی کی درست تشکیل اور انسانیت کی بھلائی کے قومی اور بین الاقوامی نظام کا قیام صرف اللہ کی جانب سے دی جانے والی جامع رہنمائی سے ہی ممکن ہے۔

درسِ حدیث

تشریح: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

فریضۂ حج؛ فوائد و برکات

عَنۡ ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

''مَنۡ اَرَادَ الۡحَجَّ فَلۡیَتَعَجَّلۡ.'' (سنن ابی داوٗد، حدیث نمبر 1732)

(حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہے، اس کو (حج کی ادائیگی میں) جلدی کرنی چاہیے۔'')

اس حدیث میں حج کی فرضیت اور اسے جلد ادا کرنے کا بیان ہے۔ حج دیگر عبادات کا مجموعہ اور مقاصد و نتائج کے لحاظ سے نہایت اونچے درجے کی عبادت ہے۔ حج، مسلمان پر دُنیوی اور روحانی کمالات کی تکمیل کی علامت ہے۔ جس کسی پر شرائط کے تحت حج فرض ہو جاتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ وہ مقاماتِ مقدسہ اور شعائر اللہ کی زیارت کرے۔ استغفار، مناجاتِ الٰہی، نعمِ الٰہی کی بقا، تسلسل اور اضافے کا خواستگار ہو۔ اگر ان اُمور کا قلب و دماغ میں رسوخ ہو جائے تو حج کے مقبول ہونے کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں درج ذیل اُمور کا شعوری ادراک حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے۔ حج ان میں سے ایک رکن ہے۔ جو کوئی ان ارکان میں سے کسی ایک رکن کو بھی ترک کرتا ہے، وہ اسلام کی عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے۔

اسلام میں شعائر اللہ کی تعظیم، استغفار، دعا اور باہمی رابطے کے لیے بیت اللہ کو بین الاقوامی مرکز بنایا گیا ہے، تاکہ مسلمان یہاں اکٹھے ہو کر بیت اللہ اور اس کے گرد و پیش میں موجود شعائر اللہ کی عظمت اور اسلام کی شان و شوکت کا مظاہرہ کریں اور اپنے علاقائی مسائل کا حل باہمی مشاورت سے نکالیں۔

جن مقامات پر حج کے مناسک ادا کیے جاتے ہیں یہ وہ خاص مقاماتِ مقدسہ ہیں جہاں انبیاؑ اور رسولوں پر اللہ کی بے پناہ رحمتیں اور بے حساب فیوضات کا نزول ہوا تھا۔ جب حاجی وہاں جاتا ہے تو اس کو ان سب حالات اور واقعات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ان انعاماتِ الٰہیہ کے نتیجے میں انبیاؑ کے نفوسِ قدسیہ سے جو اَخلاق و اوصاف پھوٹے، وہ گویا عملی شکل میں اسے نظر آنے لگیں گے۔ احیائے دین اور انسانی خدمت کی خاطر انبیا علیہم السلام پر آنے والی تکالیف اور صبر کے نتیجے میں جو نصرتِ الٰہی آئی، انھیں یاد کر کے یہ پورے جذبے سے انبیا علیہم السلام کے افکار و اعمال اور اَخلاق و اوصاف کو اختیار کرنے کی طرف راغب ہوگا۔ یوں اپنے فکر و عمل میں وہ انبیا کا متبع ہو جائے گا۔ اسی لیے حج کو تزکیۂ نفس اور تہذیبِ اَخلاق کے لیے بہترین ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

جب حاجی احرام کا لباس پہنتا ہے تو اسے موت اور کفن کی یاد آتی ہے اور میقاتِ حج گویا میقاتِ قیامت ہے اور عرفات کا میدان گویا میدانِ حشر ہے۔ یوں حاجی اپنے انجام کو ذہن میں لاتا ہے۔ یہ تمام حالات اور کیفیات اگر درست طور پر حاجی کے دل و دماغ میں سما جائیں تو حدیث کی روشنی میں اس کا انعام گناہوں سے پاکیزگی اور جنت ہے۔

www.rahimia.org

اداریہ

پاکستانی سیاست وحکمرانی کا المیہ

آج پھر ہم 2017ء کے ماہِ اگست میں تاریخ کے اس موڑ پر کھڑے ہیں، جہاں قیامِ پاکستان کے احوال، واقعات اور اسباب، ہمارے ذرائع نشر واشاعت میں زیرِ بحث ہیں۔ ہمیشہ کی طرح ہمارے حکمران، سیاست دان اور دانش ور طبقے حقائق سے زیادہ خوابوں اور خواہشوں کے اسیر نظر آتے ہیں۔ حال آں کہ آج قیامِ پاکستان کے اسباب سے زیادہ قیامِ پاکستان کے بعد کے حالات پر زیادہ غور وفکر کی ضرورت ہے۔ ہمیں ان اسباب پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ پاکستان قائم ہوجانے کے باوجود ہمارے مسائل کیوں نہ حل ہوئے، بلکہ زیادہ گھمبیر ہوگئے۔ گزشتہ 70 سالوں سے پاکستانی سیاست پر قابض مافیا ہر سال ''نیا پاکستان'' بنانے کا دعویٰ کرتا ہے۔ پاکستان کے مصلوب وزیرِاعظم نے تو آدھا ملک گنوادینے کے بعد قوم کو نیا پاکستان بن جانے کی نوید سنائی تھی۔ اب پھر ایک جماعت عوام کو ''نیا پاکستان'' بنا کر دینے کا خواب دکھا رہی ہے اور پاکستان پر گزشتہ تیس سال سے قابض خاندان نیا پاکستان بناتے بناتے پُرانے کو بھی چاٹ چکا ہے، جو یہاں صرف حکمرانی کرتا ہے، باقی اس کا سب کچھ بیرونِ ملک ہے۔

قیامِ پاکستان سے پہلے عوام کو اغیار کی غلامی سے ڈرایا جاتا تھا، بلکہ انگریز حکمرانوں سے بعض جماعتوں نے باقاعدہ مطالبہ کیا تھا کہ آپ یہاں سے جانے سے پہلے اپنی نگرانی میں ہمیں خودمختاری اور آزادی دلوا کر جائیں۔ کیوں کہ ہمیں خطرہ ہے کہ آپ کے جانے کے بعد ہندو ہمیں غلام بنالیں گے۔ آج اس سوال پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد ہمیں غلام کس نے بنایا؟ یہاں حکمرانی کس کی رہی ہے؟ کیا پاکستان پر کسی ہندو، سکھ یا عیسائی خاندان یا جماعت نے حکومت کی؟ یقیناً نہیں! پاکستان میں صرف پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ ہی نام بدل بدل کر اقتدار کے مزے لوٹتی رہی ہے۔ پاکستان میں حزبِ اقتدار اور حزبِ مخالف کی بیش تر جماعتوں نے مسلم لیگ ہی کے بطن سے جنم لیا ہے۔ پہلے ایک نام سے عوام کا استحصال کیا۔ پھر بھیس بدل کر نئے نام کے ساتھ عوام کے سامنے آگئے۔ کیوں کہ الیکشن پراسیس عوام کی مرضی اور خواہش سے زیادہ اسٹیبلشمنٹ کی خواہش اور مفاد کے تابع ہوتا ہے۔ وہ جس کے سر چاہیں اقتدار کا سہرا باندھ دیں۔ اقتدار کی اس جنگ میں نظام کے خلاف کسی پارٹی نے کوئی کردار ادا نہیں کیا، بلکہ اپنے اپنے مفادات کے تحت ہر پارٹی نے ملک کے فرسودہ اور بوسیدہ نظام کو ایک نئی زندگی دی۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس نظام کو بچانے کے لیے انتخابی دنگل میں ایک دوسرے کی شدید ترین مخالف پارٹیوں نے بھی اقتدار کی غلام گردشوں میں ایک دوسرے کے اتحادی کا کردار ادا کر کے اس نظام کو بیساکھیاں فراہم کی ہیں۔ آج بھی ملک میں عوام دشمن نظام کی موجودگی انھیں پارٹیوں کے باہمی تعاون کی مرہونِ منت ہے۔ گویا یہ پارٹیاں اور ظالمانہ نظام لازم وملزوم ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کو سپورٹ کرتے ہیں۔

پاکستانی عوام کی بدحالی اور بدقسمتی کی بڑی وجوہات میں یہاں کی کرپٹ قیادت اور ظالمانہ استحصالی نظام اہم ترین وجہ رہی ہے۔ اور یہ دونوں عوام کے خلاف آپس میں اتحادی ہیں۔ انگریز جاتے ہوئے اپنا نظام اپنے انھیں خاندانی وفاداروں کے سپرد کر کے گیا تھا، جنھوں نے اس نظام کے تحفظ کا انھیں حلف دیا تھا۔ جس کے شواہد تاریخ نے آج تک محفوظ رکھے ہیں۔ اور آج تک ہمارے سیاست دان اور حکمران پارٹیاں اس حلف کو عہد بہ عہد نبھاتی چلی آرہی ہیں۔

یہاں ہر میدان میں بدعہدی ہوئی ہے۔ اگر نہیں ہوئی تو بیرونی طاقتوں کے ساتھ ان کے نظام کے تحفظ کے معاملے میں ہمارے حکمران ''صادق وامین'' رہے ہیں اور ہر حکمران نے انھیں مطمئن رکھا ہے۔ ہمارے نظام کی گاڑی کا ماڈل سامراجی اور ڈرائیور بیرونی قوتوں کے مفادات کے محافظ ہیں۔ گاڑی جتنی بھی اعلیٰ ہو، ناتجربہ کار ڈرائیور کی حماقت گاڑی میں سوار سب کی جان کو خطرے میں ڈال دیتی ہے۔ جیسا دودھ ہو، اس سے ویسا ہی مکھن نکلتا ہے۔ پاکستانی سیاست کے کنویں سے ظالمانہ نظام کا کتا نکالے بغیر اسے پاک کرنے کے سب حیلے رائیگاں ہیں۔ خواہ وہ انتخابات کا ڈول ہو یا احتساب کا۔

سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے سے پاکستانی سیاست بہ ظاہر بدلتی نظر آتی ہے، لیکن اس تبدیلی میں عوام اور پسے ہوئے طبقات کے لیے کوئی مستقل خوشی کا سامان نہیں ہے۔ ایک عارضی خوشی ضرور ہے، جو آہستہ آہستہ دم توڑ دے گی۔ جسے عوام چند دن ضرور انجوائے کریں گے، پھر جو نئے حکمران ٹولے کی صبح عروج ہوگی، وہی عوام کا وقتِ زوال ہوگا۔ کیوں کہ یہ تبدیلی مستقل اور مکمل نہیں ہے، یہ عارضی اور جزوی ہے۔ دونوں طرف اسی نظام کے محافظ کھڑے ہیں۔ وہ دونوں اسی نظام کے اندر کھیلنے پر یقین رکھتے ہیں۔ کیوں کہ ایمپائر بھی اسی نظام کے اندر کا ہی ہے، جس کی انگلی کا انتظار کیا جاتا ہے۔ دونوں طرف کی قوتوں کی کمٹمنٹ ایک ہی نظام سے ہے اور یہ دونوں عوام کے خلاف عوام دشمن نظام کے اتحادی ہیں۔ جب ایک جتھا اپنی نااہلی اور حماقتوں کے سبب نظام کو بچانے میں ناکام ہوجاتا ہے تو دوسرے جتھے کو آگے آنے کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں، تاکہ یہ نظام گرنے نہ پائے اور سسٹم کو تازہ دم کندھا فراہم کردیا جائے۔

اگست کا مہینہ جو خطے میں بڑی تبدیلی اور استعمار کی واپسی کا مہینہ ہے، جو عوام کو وسیع تر تناظر میں تبدیلیوں کی طرف متوجہ کر کے تاریخی عمل کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے، انھیں اس وقت اس پوائنٹ پر ضرور سوچنا چاہیے کہ ہمارے ملک میں ظالمانہ نظام کی مستقل اور مکمل تبدیلی میں کیا رکاوٹیں ہیں؟ اور اس عوام دشمن نظام کی محافظ قوتوں کے آپسی رشتے کیا ہیں؟ اور ان کے درمیان اختلافات کے باوجود جو پُل بنایا جاتا ہے، جو پُرانے محافظوں کو نئے کھلاڑیوں تک پہنچاتا ہے اور وہاں وہ عوام کو ایک نئے پاکستان کا جھانسہ دے کر اسی پرانے نظام کو رنگ وروغن کا سامان فراہم کرنے لگ جاتے ہیں۔ آخر یہ کیا کھیل ہے؟ اور اس سے ہماری گلوخلاصی کیسے ممکن ہے؟

(مدیر)

www.rahimia.org

افکارِ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

حج کی فرضیت، فضائل اور فوائد

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

برعظیم پاک و ہند کی عظیم ترین شخصیت حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اٹھارہویں صدی عیسوی میں انقلابی افکار اور تعلیمات انسانیت کے سامنے پیش کیے ہیں۔ دوسرے ہجری ہزارے میں دینِ حق کی سچی تعلیمات پر مبنی اُن کے بیان فرمودہ افکارِ عالیہ آج بھی اپنے اندر تازگی رکھتے ہیں۔ یہ افکارِ عالیہ نئی سیاسی، سماجی اور معاشی تشکیل کے لیے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ مترجم

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ "حُجّةُ اللّٰه البالغه" میں فرماتے ہیں:

(فریضۂ حج؛ زندگی میں صرف ایک بار)

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا ہے، اس لیے حج کرو۔ ایک آدمی نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہر سال؟" آپؐ خاموش رہے، حتیٰ کہ اس نے تین بار سوال دُہرایا۔ آپؐ نے فرمایا: "اگر میں کہہ دوں "ہاں!" تو تم (پر ہر سال حج) لازم ہو جائے گا اور تم سے یہ ہو نہیں سکتا۔" (مشکوٰۃ، حدیث 2505) میں کہتا ہوں: اس حدیث میں راز کی بات یہ ہے کہ کسی خاص وقت میں اللہ کی وحی نازل ہونے کے دو سبب ہوتے ہیں:

(الف) ایک اہم ترین سبب یہ ہوتا ہے کہ ایسے وقت میں حکم نازل ہو جب قوم اس حکم کی طرف متوجہ ہو اور ان کے علوم اور ہمتیں اس کو قبول کرنے کے لیے مکمل طور پر تیار ہو جائیں۔ اس حکم پر عمل کی مقدار اُن کے درمیان مشہور و معروف ہو۔

(ب) دوسرا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس کام کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عزم اور ارادہ پختہ ہو جائے، اور ان کی جانب سے اللہ سے اس کام کی طلب بھی موجود ہو۔ جب یہ دو سبب جمع ہو جاتے ہیں تو اس کے مطابق وحی کا نازل ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔

یہ بات فنِ اعتبار کے اصول پر آپ یوں سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم پر اُن کی زبان میں کتاب نازل کی ہے، تاکہ وہ سمجھ سکیں۔ اللہ نے ان پر کوئی ایسا حکم اور دلیل نہیں اُتاری، جسے وہ نہ سمجھتے ہوں۔ چناں چہ ان کے فہم کے قریب تر بات نازل کی جاتی ہے۔ اور ایسا کیسے نہ ہوتا، اس لیے کہ وحی کے نازل کرنے کا بنیادی مقصد اللہ کی جانب سے انسانیت پر اپنی مہربانی اور لطف و کرم کا اظہار کرنا ہے۔ اور لطف و مہربانی کا مطلب یہ ہے کہ ایسی چیز نازل کی جائے، جس کو وہ آسانی سے قبول کریں۔

(حج کے فضائل)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا"، پوچھا گیا: پھر کون سا؟ فرمایا: "اللہ کی راہ میں جہاد کرنا"، پوچھا گیا: پھر کون سا؟ فرمایا: "مقبول حج"۔ (مشکوٰۃ، حدیث 2506)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال کی افضلیت کی یہ ترتیب بیان کی ہے۔ جب کہ ایک دوسری حدیث میں ذکر اللہ کی افضلیت بیان کرتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا: "کیا تمھیں ایسے عمل کے بارے میں نہ بتلاؤں، جو تمھارے اعمال میں سب سے بہتر ہو اور تمھارے اَخلاق میں سب سے پاکیزہ ہو، تمھارے درجات میں سب سے بلند تر ہو اور سونے چاندی کے خرچ کرنے سے بھی تمھارے لیے زیادہ بہتر ہو۔ نیز تمھارے لیے اس سے بھی بہتر ہو کہ تم اپنے دشمن سے اس حال میں ملو کہ تم ان کی گردن مارو اور وہ تمھاری گردنیں ماریں۔ صحابہؓ نے عرض کیا: ہاں ضرور بتلائیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اللہ کا ذکر"۔ (مشکوٰۃ حدیث 2269)

ان دونوں حدیثوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لیے کہ حالات و مواقع کے مختلف ہو جانے سے اعمال کی افضلیت کی نوعیت بھی بدل جاتی ہے۔ حج کے اس موقع پر ایسی فضیلت کا بیان ہے، جو اللہ کے دین کی عظمتِ شان اور اس کے شعائر کے غلبے کے اعتبار سے ہے۔ اس حوالے سے ایمان کے بعد جہاد اور حج سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

(حج کے فوائد و ثمرات)

[1] حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "من حجّ للّٰه فلم یرفُث و لم یفسُق رجع کیوم ولدتهُ اُمّهٗ." (جو اللہ کے لیے حج کرے اور اس میں فضول و لغو اور فسق و فجور کی باتیں نہ کرے، تو وہ حج سے ایسے واپس لوٹتا ہے، جیسے کہ اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہے۔) (مشکوٰۃ، حدیث 2507)

[2] حضور ﷺ نے فرمایا: "العُمرة إلیٰ العُمرة کفّارةٌ لما بینهما. و الحجّ المبرور لیس له جزاء إلّا الجنّة." (ایک عمرے کے بعد دوسرا عمرہ کرنا درمیان کے تمام گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتا ہے۔ مقبول اور مبرور حج کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں۔) (مشکوٰۃ، حدیث 2508)

[3] حضور ﷺ نے فرمایا: "تابِعوا بین الحجّ و العمرة، فإنّهما ینفیان الفقر و الذّنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید و الذّهب و الفضّة و لیس للحجّة المبرورة ثواب إلّا الجنّة." (حج اور عمرہ یکے بعد دیگرے کیا کرو۔ اس لیے کہ یہ دونوں بھوک و افلاس اور گناہوں کو ایسے ختم کرتے ہیں، جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے گند کو پگھلا کر صاف کر دیتی ہے۔) (مشکوٰۃ، حدیث 2524)

میں کہتا ہوں: شعائر اللہ کی تعظیم کرنا اور اللہ کے دریائے رحمت میں غوطہ زن ہونا، گناہوں کو مٹاتا اور جنت میں داخل کرتا ہے۔ کثرت سے مقبول و مبرور حج کرنا اور یکے بعد دیگرے حج اور عمرہ کرنا، اللہ کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا پورا نصاب ہے۔ چناں چہ ان دونوں کو آپؐ نے لازمی قرار دیا۔ لیکن اس میں یہ شرط لگائی کہ فضول اور لغو باتیں اور فسق و فجور کو چھوڑ دیا جائے، تاکہ اللہ کی رحمت کی طرف خوب غور و خوض کا موقع ملے۔ جس آدمی نے بھی یہ دونوں غلط کام کیے، اللہ کی رحمت اس سے دور ہو جاتی ہے۔ اس کے حق میں پورے طور پر اللہ کی رحمت متوجہ نہیں ہوتی۔"

(من أبواب الحجّ، ص:63-162،طبع دیوبند)

www.rahimia.org

حضرت جنید بغدادیؒ کی انسان دوستی

مولانا مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

حضرت ابوالقاسم جنید بغدادیؒ (المتوفی ۲۹۸ھ/911ء) جنھیں ''امام الائمہ، سیّد الطائفہ اور طاؤس العلما'' کے القاب دیے جاتے ہیں۔ کیوں کہ علم السلوک والتصوف میں صوفیا کے چاروں سلسلوں (قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی) کے مقتدیٰ اور امام ہیں۔ طریقت کے اصولوں کے بانی ہیں۔ آپؒ نے اس فن کی تدوین قرآن وسنت اور انبیاؑ وخلفائے راشدینؓ کے فکروعمل اور اسوے پر کی۔ خداپرستی کا سچا جذبہ پیدا کیا۔ وہاں انسان دوستی کی حقیقی روح پیدا کرکے پورے معاشرے میں ہمدردی، تعاونِ باہمی، ایثار اور خدمتِ انسانیت کا جذبہ بیدار کیا۔ درجِ ذیل حکایت اس جذبے کی ایک جھلک ہے۔

روایت ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ:

''رات کو میں نماز میں مشغول تھا۔ ہرچند چاہا، مگر میرا نفس ایک سجدے کے لیے تیار نہ ہوتا تھا۔ اس وقت اَور کچھ فکر نہ کرسکا۔ پریشان ہوکر گھر سے باہر جانا چاہا۔ دروازہ کھولا۔ ایک نوجوان کو دیکھا۔ کمبل میں لپٹا ہوا دروازے پر پڑا ہے۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا: میں اتنے عرصے سے تیرا انتظار کر رہا ہوں۔ میں نے کہا: ''تو ہی ہے جس نے مجھے پریشان کیا ہوا ہے؟'' کہا: بے شک! مجھے جواب دیجیے۔ جس نفس میں درد ہو اور اس کے لیے کوئی علاج نہ ہو، وہ کیا کرے؟ میں نے اس سے کہا: ''نفس کی خواہش کے خلاف جب کرے گا تو درد خود اس کے لیے مرہم کا کام کرے گا۔'' میں نے جب جواب دے دیا تو اس نے اپنا سر گریبان میں کیا اور اپنے نفس سے خطاب کرکے کہا کہ: تو نے مجھ سے یہی جواب سن لیا تھا، اب یہی جواب جنید کی زبان سے سن لیا۔ یہ کہا اور چلا گیا۔

حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مجھے نہیں معلوم وہ کہاں سے آیا تھا اور کہاں چلا گیا۔'' (سفینۃ الاولیاء۔ ص:62)

اس واقعے سے درجِ ذیل فوائد ظاہر ہوئے:

۱) ایک سائل کے دروازے پر موجود ہونے سے حضرت جنید بغدادیؒ کی طبیعت میں پریشانی پیدا ہوگئی کہ نماز میں بھی دل نہیں لگ رہا۔

۲) سائل کو ڈانٹا نہیں، بلکہ قرآنی حکم کے مطابق اس کا مسئلہ سن کر اس کا حل بیان کیا۔

۳) جسمانی امراض سے روحانی ونفسانی امراض زیادہ تباہ کن ہیں۔
دیکھئے! پہلے لوگوں کو اس کے علاج کی کس قدر فکر ہوتی تھی کہ رات کے وقت روحانی علاج کے لیے طبیبِ روحانی کے پاس آگئے۔

۴) آج کا فتنۂ عام دجل وفریب کے ساتھ دنیا پرستی ہے یا محض رسمی روحانیت ہے۔ خداپرستی کے ساتھ انسان دوستی کا اعتدال پر مبنی دینِ فطرت کا حقیقی نظریہ کہیں نہیں رہا۔ سوائے علمائے ربانیین کے راستے کے۔

اللہ تعالیٰ ان کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین!

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

ایک قوم ایک ٹیکس (1)

ملکی ترقی اور خوش حالی کے لیے ہماری حکومتیں دن رات کتنا کام کرتی ہیں اور اس غم میں کتنا گھلی جاتی ہیں، اس حقیقت سے ہم بہ خوبی واقف ہیں۔ نتائج سے عاری اس مہم جوئی کے ہم عادی ہوچکے ہیں اور ہم سب دل ہی دل میں یہ مانتے ہیں کہ سب کھا رہے ہیں۔ کچھ اس کا اظہار کردیتے ہیں اور اکثر عزت، دولت اثر ورسوخ اور روزگار کے ڈر سے چپ سادھ لیتے ہیں، یا اس لوٹ مار کا حصہ بن جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل پوری قوم کو صوبائی خود مختاری کا شدید بخار تھا۔ کیا سیاست دان، اور کیا میڈیا، اور کیا شغل (سول) سوسائٹی، سب ملکی ترقی اور خوش حالی میں گراوٹ سے پریشان تھے۔ اور حل صوبائی خودمختاری نکالا گیا اور اٹھارہویں ترمیم پاس کرلی گئی۔ بات آئی، گئی، ہوگئی، اور وقت آگے بڑھا۔ خودمختار صوبے گزشتہ چھ سال سے کام کررہے ہیں۔ یہ مدت شاید ترقی کے اَہداف حاصل کرنے کے لیے کافی نہیں، لیکن ترقی کی سمت کا تعین ضرور کرسکتی ہے۔

اب دل کی بات کرلیتے ہیں، جہاں سب یہ مانتے ہیں کہ بربادی کی جانب سفر میں تیزی آچکی ہے، اس خودمختاری نے ہم عوام کا کچھ کِیا ہو یا نہ ہو، لیکن صوبائی حکومتوں کو مالی اعتبار سے کافی خوش حال کردیا ہے۔ چناں چہ پنجاب کا 2007ء کا بجٹ 416 ارب روپے کا تھا اور 2017ء کا بجٹ 1977 ارب روپے کا ہے۔ گویا مالی وسائل اب پہلے سے کہیں زیادہ میسر ہیں۔ یہی صورتِ حال باقی صوبوں کی ہے، لیکن اس کی قیمت قوم کو ٹیکسز کے ایک پیچیدہ نظام کی صورت میں ادا کرنی پڑی ہے۔ مرکز اور تمام صوبوں کو ملا کر کُل پانچ بڑے ادارے ہیں، جو پورے پاکستان سے ٹیکس وصول کرسکتے ہیں۔ ان میں FBR، PRA، KPRA، SRB اور BRA شامل ہیں۔ ان کے علاوہ میونسپل کارپوریشن ٹیکس، ریونیو سے متعلق ادارے جن میں تحصیل دار، پٹواری اور پوار محکمۂ مال شامل ہیں اور ٹول ٹیکس ان کے علاوہ ہیں۔

کاروباری طبقے کے لیے مشکل امر یہ ہے کہ اسلام آباد میں کام کرنے والے پر کراچی میں موجود کسی ادارے یا فرد سے خدمات خریدنے کی صورت میں خدمات کا ٹیکس واجب ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے اسلام آباد میں مقیم شخص یا ادارے کو SRB کے ساتھ رجسٹر ہونا پڑے گا۔ اسی طرح اُس ایک کاروبار کو دیگر صوبوں میں خدمات کے حصول کے لیے ہر صوبے اور مرکز کی ریونیو اتھارٹی کے ساتھ الگ الگ رجسٹر ہونا پڑے گا۔ اور اگر وہ کاروبار ایسا نہیں کرے گا تو جلد یا بہ دیر ان میں سے کسی بھی اتھارٹی کی وصولی کی مہم کا شکار ہوسکتا ہے اور اپنے کاروبار سے ہاتھ دھوسکتا ہے۔ اور کاروبار کو بغیر کسی روک ٹوک کے چلانے کی حکمتِ عملی بنانے کی صورت میں اُسے کمپیوٹرائزڈ نظام کے تحت ماہانہ اور سالانہ بنیادوں پر ہر اتھارٹی کو انتہائی مشکل وناقابل فہم پر فارموں پر معلومات فراہم کرنا ہوں گی، جو ہر سال تدریجاً تبدیل کردیے جاتے ہیں۔ اور ایک کاروباری کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ وہ اس مقصد کے لیے اضافی خرچ کرے اور ٹیکس کے حوالے سے خدمات حاصل کرے۔ اور بعد ازاں اس خرچے کو اپنے گاہکوں سے مہنگائی کی صورت میں وصول کرے۔ اور اس پر معاملہ ختم نہ ہو، بلکہ ٹیکس حکام نااہلی بے ایمانی، مفاد پرستی اور زبردستی کی بنیاد پر ٹیکس دہندگان پر جھوٹے مقدمے بنائیں اور کاروباری طبقے کو ایک طویل قانونی جنگ سے دوچار کردیا جائے۔ تو بتائیں کہ ایسے ماحول میں کاروبار کیسے پھلیں پھولیں۔

(جاری ہے۔)

www.rahimia.org

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

اجتماعی مسائل کا حل؛ علاقائی اتحاد

2001ء میں ایس سی او (SCO) شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن یعنی شنگھائی تعاون تنظیم قائم ہوئی۔ ازبکستان کی ریاست اس علاقائی اتحاد کا حصہ بن کر خطے میں اُبھر کر سامنے آئی۔ تاریخی اعتبار سے پہلی صدی عیسوی میں یہ ریاست چین اور مشرقِ وسطیٰ کو شاہراہِ ریشم کے ذریعے ملانے کا ذریعہ بنی۔ ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں یہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ عباسی عہد میں بخارا خراسان کا حصہ تھا، جب کہ آج بخارا ازبکستان کا ایک اہم شہر شمار ہوتا ہے۔ اگلی صدی میں بخارا ایک بہت بڑے اسلامی مرکز کے طور پر دنیا میں متعارف ہوا۔ تیرہویں اور چودھویں صدی عیسوی میں چنگیز خان کی فتوحات کے نتیجے میں بخارا منگول سلطنت کا اہم حصہ بن گیا۔

ازبکستان کے اس اہم ترین شہر بخارا میں امام بخاریؒ جیسے سپوت پیدا ہوئے۔ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیلؒ المعروف ''امام بخاری'' 10/جولائی 810 عیسوی کو بخارا میں پیدا ہوئے۔ ان کی تاریخ وفات یکم/ستمبر 870 عیسوی بیان کی جاتی ہے۔ ان کی زندگی 60 سال پر محیط تھی۔ ایک روایت کے مطابق بچپن میں امام بخاریؒ کی آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی تھی۔ آپؒ کی والدۂ محترمہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعاؤں اور اِلتجاؤں سے دوبارہ بحال کروائی۔ ''بخاری کی بینائی کیا کھوئی، وہ دنیا کے لیے بصیرت کا باعث بن گئے۔'' تحدیثِ نعمت کے طور پر بقیہ ساری زندگی احادیث کی تالیف کے لیے وقف ہوگئی۔ زندگی کے ابتدائی 16 سال محض احادیث کے جمع کرنے پر صَرف ہوئے اور بقیہ زندگی اصولِ تدوین اور ان کی مدد سے سماجی زندگی کے پیش آمدہ مسائل کے حل ڈھونڈنے میں گزر گئے۔ مہدی، ہارون الرشید، الامین، المامون، معتصم باللہ اور مستنصر باللہ جو عباسی عہدِ حکومت کے نام ور حکمران تھے، ان کے ادوارِ حکومت کو براہِ راست دیکھنے کا موقع ملا۔ معاشرے کی ترقی اور استحکام کے لیے آپ کا تحقیقی کام رُشد وہدایت کا ذریعہ رہا۔ آپؒ کی جمع کردہ احادیث محض ذخیرۂ اقوال، سنت اور صرف اجتہادِ نبوی ہی نہ تھا، بلکہ عباسی سلطنت کے سماجی ڈھانچے کو پھیلاؤ کے باعث جن نئے نئے اجتماعی مسائل کا سامنا تھا، انھیں حل کرنے کے لیے جہاں قرآنی تعلیمات کی اصولی رہنمائی اہم ترین تھی، رسالت کے مذکورہ پہلو معاشرے کی عملی زندگی کے قیام کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئے۔

کسی بھی سماج کے ارتقا کا دار و مدار اس کے افکار و نظریات پر مبنی عدل وانصاف کے تقاضے پورا کرنے والے نئے عمرانی معاہدے پر ہوتا ہے۔ پیدائشِ دولت کا عمل جتنا سستا وجود میں آتا ہے، اتنا ہی پیچیدہ ہوتا جاتا ہے۔ اس کے ثمرات کو سمیٹنے کے لیے نئے ہمہ گیر سماجی ڈھانچے کی ضرورت پیدا ہوجاتی ہے۔ دنیا میں جتنے بھی علاقائی اتحاد ترقی، خوش حالی، اور امن کی خاطر وضع ہوئے ہیں، یہ ریاست ان میں اہم کردار ادا کرتی چلی آرہی ہے۔ اس کے بعد ایشیا میں جتنے بھی اتحاد تشکیل پائے، جنھوں نے سماجی زندگی کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ اُزبکستان کی ریاست اس سے پیچھے نہیں رہی۔

اقوامِ متحدہ اور اس کے معاون ادارے جس عہد کی بازگشت تھے، نئے اور جدید دور نے اس کی جگہ لے لی ہے۔ امریکا بہ شمول یورپ میں کمپیوٹر ٹیکنالوجی نصف صدی قبل وجود میں آچکی تھی، لیکن اس کا تجارتی ڈھانچہ اپنے مخصوص معروضی حالات کے باعث عوامیت اختیار کرنے سے قاصر رہا۔ جس کی وجہ سے مغربی دنیا نیا سماجی ڈھانچہ تشکیل دینے میں ناکام رہی۔ اس تبدیلی کو روس اور چین کی حکمران جماعت بھانپ گئی۔

قزاقستان کے دارالحکومت آستانہ میں خطاب کرتے ہوئے چینی صدر ژی جن پنگ کا کہنا تھا کہ: ''ہمیں فرقہ پرستی اور مذہبی دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے باہمی تعاون اور اتحاد کو فروغ دینا ہوگا، تاکہ خطے میں سرمایہ کاری کے نتیجے میں تجارت کو ترقی دی جاسکے۔'' مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا: ''آج 16 سال بعد یہ اتحاد پھیل رہا ہے۔ اس کے ارکان آج یعنی 9/جون 2017ء کو 6 سے بڑھ کر 8 ہوگئے ہیں۔ ایس سی او کے علاقائی اتحاد کی یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ ان دوملکوں کی شمولیت سے یہ اتحاد بہت طاقت ور ہوگیا ہے، اس اتحاد میں دنیا کی چار ایٹمی قوتیں شامل ہیں۔''

جہاں تک تجارت کا تعلق ہے، اس کے پھیلاؤ کے لیے ایک وسیع وعریض منڈی کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا کی 40 فی صد آبادی اسی خطے میں آباد ہے۔ وسائل کے اعتبار سے یہ خطہ ہر پہلو سے مالا مال ہے۔ برطانیہ نے دنیا سے پلٹتے ہوئے ایشیا میں جنگ و جدل کا جو ماحول وضع کیا تھا، اسی کے جانشین یعنی امریکا نے انھیں پالیسیوں کو جاری و ساری رکھا۔ اس عمل کو برقرار رکھنے کے لیے برطانیہ بدستور امریکا کی معاونت کرتا رہا۔ تقسیم ہند کے نتیجے میں جو دو بڑے ممالک وجود میں آئے تھے، انھیں باہمی جنگوں میں اُلجھانے کے لیے مسئلہ کشمیر پیدا کیا گیا۔

امریکا نے پاکستان پر اپنی گرفت کو مضبوط رکھنے کے لیے اسے عالمی مالیاتی شکنجے میں جکڑ دیا۔ دو بڑے عالمی مالیاتی اداروں کی رکنیت دے کر پاکستان کی معاشی ترقی کا عمل مفلوج کردیا گیا۔ پاکستان اور بھارت کے مابین جنگ وجدل کے اس ماحول کو پروان چڑھانے کے لیے دونوں ملکوں کے اہم ادارے یہ کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ البتہ امن کی باقاعدہ کوششوں کا آغاز 2001ء میں اسی ادارے کی مرہونِ منت ہوا۔ پاک وہند میں تقسیم کے ساتھ ہی تنازعے پیدا کردیے گئے۔ ان تنازعوں کو طول دینے کے لیے پاکستان کی مشرقی سرحد پر کشمیر اور مغربی سرحد پر افغانستان کی حکمتِ عملی مسلط کی گئی۔ 1979ء میں افغانستان میں ببرک کارمل کی زیرِ قیادت ایک انقلاب برپا ہوا۔ اس تبدیلی کو تباہ و برباد کرنے کے لیے وہاں کی آبادی کی نقل مکانی کروادی گئی۔ 30 لاکھ افغانیوں کو پاکستان کی اور 20 لاکھ کو ایران کی سرزمین پر بٹھا کر دونوں ملکوں کی معیشتوں کو مسل دیا گیا۔ جس کے ذریعے یہ خطہ 1990ء تک جلتا رہا۔ بالآخر روس کی دانش مندانہ پالیسیوں کے نتیجے میں روس امریکا مخاصمت اپنے اختتام کو پہنچی۔ (بقیہ صفحہ 8 پر)

www.rahimia.org

رپورٹ: نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

رمضان المبارک کے اثرات ونتائج

26/ جون 2017ء/ یکم شوال ۱۴۳۸ھ کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں عیدالفطر کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''معزز دوستو! آج کا یہ مبارک دن جو رمضان المبارک کے اختتام پر عیدالفطر کی صورت میں ہم پر سایہ فگن ہے، اس دن کی بڑی برکات ہیں۔ یہ اللہ کی نعمتوں کے نزول کا دن ہے کہ جب روزے دار رمضان المبارک کے مجاہدات اور اس کی برکات سمیٹ کر اپنا رمضان مکمل کرتے ہیں تو اللہ کی طرف سے انعامات کا دنیا میں نزول ہوتا ہے۔ ان انعامات کو پورے فہم وشعور کے ساتھ سمجھنا اور انھیں وصول کرنا، ان کی قدر واہمیت جاننا، اس کے بنیادی مقاصد واہداف کا سمجھنا اور انعاماتِ الٰہیہ کو صحیح تناظر میں قبول کرنے کی استعداد پیدا کرنا، ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان جماعت سے فرمایا ہے کہ: ''تم یاد کرو جو اللہ نے تم پر انعام کیا کہ جب تم آپس میں دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمھارے درمیان آپس میں محبت پیدا کردی۔ اللہ کی اس نعمت کی وجہ سے تم آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔'' (103:3)

قرآن حکیم نے اس کی مزید وضاحت کی کہ ''تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے۔ اللہ نے اپنے رسولؐ اور اُن پر نازل ہونے والی تعلیمات کے ذریعے سے تمھیں بھڑکتی ہوئی آگ سے کھینچ کر باہر نکال دیا۔'' (103:3)

رمضان المبارک کا اختتام ہو چکا ہے۔ کیا اس پورے مہینے میں اس حوالے سے ہم نے کوئی شعور حاصل کیا کہ سوسائٹی میں ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ رسول اللہؐ نے جو انسانوں کی بھلائی کا سیاسی اور معاشی سسٹم بنایا۔ وہ کیسے کیا؟ لوگوں میں سے طبقاتی تفریق کیسے مٹادی؟ ان کو دنیا وآخرت کی آگ سے کیسے بچایا؟ کیا اس پر ہم نے غور وفکر کیا ہے؟ ہمارے معاشرے میں تو ہر طرح کی تفریق موجود ہے۔ نسلی تفریق، مذہبی فرقہ واریت، لسانی بنیادوں پر اختلاف اور معاشی حوالے سے طبقاتی نظام ہمارے ہاں نافذ ہے۔ سرمایہ داروں کا الگ ٹولہ ہے۔ جاگیرداروں کا الگ طبقہ ہے۔ غریبوں کمزوروں کا الگ سے انبوہ ہے۔ غربت کی حالت یہ ہے کہ وہ کاشت کار جن کی محنت اور کوشش سے زمینیں سونا اُگلتی ہیں، اُسی زمین پر بھوکا ننگا ہے اور اپنا پیٹ بھرنے کے لیے شاہراہِ عام پر کنٹینر سے گرے ہوئے تیل ایسی خطرناک چیز کو بھی حاصل کرنے سے گریزاں نہیں ہے۔

ایسا کیوں ہے؟ کیا یہ ہمارے اجتماعی نظام کے بوگس ہونے کا کھلا ثبوت نہیں؟ کیا یہ تعلیم وتربیت کے نظام کی سب سے بڑی کوتاہی نہیں؟ اگر غربت ہے تو یہ غربت بھی ہمارے منہ پر طمانچہ ہے۔ حضورؐ نے تو فرمایا کہ: تمھارا پڑوسی بھوکا ہو اور تمھارا پیٹ بھرا ہوا ہو۔ تمھارا پیٹ بھرا ہونا ہی تمھارے لیے عذاب کا باعث ہے۔ عیدالفطر کا پیغام تو یہ ہے کہ اس وقت تک کوئی عیدگاہ میں نہ آئے کہ جب تک وہ صدقہ فطر ادا نہ کردے۔''

سانحۂ احمد پور شرقیہ: لمحۂ فکریہ

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا: ''آج ہم عیدالفطر کا دن ایسی حالت میں منا رہے ہیں کہ اس دھرتی کے بیٹے بھڑکتی ہوئی آگ میں جل کر بھسم ہوگئے ہیں۔ کس منہ سے پاکستانی عید منا رہے ہیں؟ کہ جب احمد پور شرقیہ کے قریب دو سو سے زائد لوگ آئل ٹینکر کے حادثے میں جل کر خاکستر ہوگئے۔ ریاست اپنے ریاستی حدود میں بسنے والے انسانوں کی ماں ہوتی ہے۔ حکومت وہ باپ ہوتا ہے، جو نظم ونسق کے ذریعے سے ان تمام بچوں کی ضروریات کی کفالت کا نظام بناتا ہے۔ اگر وہ بھوک سے بلبلاتے ہوئے غربت کی حالت میں سڑکوں پر بہے ہوئے پیٹرول کے دو لیٹر کو اپنے کینوں میں لے جا کر اپنی غربت دور کرنے کی کوشش کر رہے ہوں تو ریاست وحکومت اور اس کا سسٹم کہاں کھڑا ہے؟ کہا جا رہا ہے کہ حادثے کا شکار ہونے والے جاہل اور بے وقوف، اُجڈ اور گنوار دیہاتی تھے، انھیں اس کے نقصان کا اندازہ نہیں تھا، اس لیے وہ پیٹرول چھیننے کے لیے چلے آئے۔ آپ بتلائیں کہ اس حادثے سے بچانا کس کی ذمہ داری تھی؟ اور کیوں وہ لوگ چند لیٹر پیٹرول کے خاطر اپنی جانوں کو داؤ پر لگانے پر مجبور ہوئے؟ اگر جہالت بھی تھی تو کیوں تھی؟ کیا یہ سسٹم کے منہ پر طمانچہ نہیں؟ یہاں کے نظامِ تعلیم پر طمانچہ نہیں؟ کیا ریاست اور سسٹم نے انھیں علم دیا؟ انھیں شعور دیا کہ یہ چند روپوں کا پیٹرول جو تم چھیننے کے لیے ایک دوسرے سے جھپٹ رہے ہوئے، اس میں بھڑکتی ہوئی آگ ہے؟؟

آج کے دن میں بڑی تقریریں ہوں گی کہ جی رمضان کے روزوں کے بڑے ثواب ملیں گے۔ انعامات ملیں گے۔ کچھ خود ساختہ تخیلات کے تحت انعامات اور ثوابوں کی پنڈ باندھ کر سارے کے سارے مذہبی طبقات اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ نبی اکرمؐ پر ایمان لانے اور مسلمان ہونے کے اثرات ونتائج قرآن کیا بیان کرتا ہے۔ کیا اُن نتائج کے مطابق ہماری ریاست، ہمارے سسٹم، ہماری حکومت اور ہم سب بیس کروڑ لوگوں نے وہ کردار ادا کیا ہے؟ نبیؐ تو انسانیت کو بھڑکتی ہوئی آگ سے کھینچ کر جاہلوں کو تعلیم دینے کے لیے تشریف لائے، کیا ہم نے اپنی قوم کو آگ سے نجات دلانے کے لیے کوئی عادلانہ سسٹم بنایا؟

عیدالفطر انعاماتِ الٰہیہ کو سمجھنے اور اس کا شعور حاصل کرنے اور اس کی بنیاد پر اپنی سوسائٹی کے مسائل کا حل سمجھنے کا دن ہے۔ انعام کیا ہے؟ قرآن حکیم کے نزدیک انعام انسانوں کو فرقہ واریت اور غلامی سے نکالنا ہے۔ انعام سے مراد ایسا سسٹم قائم کرنا ہے کہ جو انسانوں کے لیے سہولتیں مہیا کرے۔ انسانوں کی جان، مال، عزت آبرو کا تحفظ کرے۔ انسانوں کو بھڑکتی ہوئی آگ سے نکالے۔ ان میں بھائی چارہ اور ان کے درمیان اتفاق واتحاد پیدا کرے۔ ان کے مسائل حل کرے۔ ان کی غربت دور کرے۔ طبقاتی نظام ختم ہو۔ انسانی مسائل کو انسانی نقطہ نظر سے حل کرے۔ یہ نعمت اور انعام ہے۔ آج قرآن حکیم کے بیان کردہ ایسے انعامات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔''

www.rahimia.org

بچوں کا کالم

خواجہ عبدالحئی فاروقیؒ (تلمیذِ خاص مولانا عبیداللہ سندھیؒ)

ایثار و قربانی

عام لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ ذاتی فائدے کی خاطر قوم کی قوم کو نقصان پہنچا دیتے ہیں اور اُسے بُرا نہیں سمجھتے۔ شریف انسان وہ ہے، جو قوم کے لیے اپنے فائدے کو قربان کردے۔ ایسے شخص کی سب عزت کریں گے۔ قرآن پاک نے بار بار اَنصار کی تعریف کی ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے اپنے ذاتی فائدے کو قوم پر قربان کردیا:

''اور وہ جواُن سے پہلے مدینہ میں رہتے، اور اسلام میں داخل ہوچکے ہیں، جواُن کی طرف ہجرت کرکے آتا ہے، اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ بھی دے دیا جائے، اس کی وَجہ سے یہ اپنے دل میں اس کی کوئی طلب نہیں پاتے اور اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو، مہاجرین بھائیوں کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں۔'' (9:59)

بچو! دیکھو دوسروں کی خاطر اپنا آرام قربان کردینے پر کس قدر ثواب ملتا ہے۔ رسولِ مقبولؐ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں ایک دن پاسبانی کرنا دنیا اور اس کے تمام ساز و سامان سے بہتر ہے۔'' (بخاری) حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام آپؐ کے پہلو میں تھے۔ کبھی تو آپ لوگوں کی طرف توجہ فرماتے اور کبھی حضرت حسنؑ کو دیکھتے اور فرماتے: ''میرا بیٹا سردار ہے۔ عجب نہیں اللہ اس کے ہاتھ پر مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادے۔'' (بخاری)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کرلی اور خلافت سے الگ ہوگئے۔ آپؓ کے ایثار اور قربانی کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمان آپس کی لڑائی سے بچ گئے اور سب کے سب ایک ہوگئے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں: آں حضرتؐ نے ایمان کے بہت سے حصے شمار کیے۔ سب سے چھوٹا حصہ یہ بتایا: ''راستے میں سے تکلیف دینے والی چیزوں کو دور کرنا۔'' (بخاری)

اب اس پر عمل دیکھئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری حج میں جو خطبہ دیا، اُس میں آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: جاہلیت کے زمانے میں جس قدر قتل ہوئے ہیں، ان کے تمام جھگڑے میں ملیامیٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو میں چھوڑتا ہوں، وہ میرے اپنے خاندان کا ہے۔ ایسے ہی جاہلیت کے زمانے کا سُود مٹا دیا گیا۔ سب سے پہلے میں اس تمام سُود کو چھوڑتا ہوں، جو میرے خاندان کا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال تک مسلمانوں کے خلیفہ رہے۔ اس تمام زمانے میں انھوں نے اپنی ذاتی ضرورتوں کے لیے ایک حبّہ (دانہ) بھی بیت المال سے نہیں لیا۔ اگر ہم حضرت عمرؓ کی تنخواہ کا حساب رکھیں تو پانچ ہزار درہم سالانہ کے حساب سے حضرت عثمانؓ نے ساٹھ ہزار درہم مسلمانوں کے لیے چھوڑ دیے۔ جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کو گھیر لیا اور کئی روز تک کھانے پینے کا سامان تک اندر نہ جاسکا تو مہاجرین، انصار اور آپؓ کے سینکڑوں غلاموں نے لڑنے کی اجازت مانگی، مگر آپؓ نے یہی فرمایا کہ: ''میں اپنی ذات کے لیے خون کا ایک قطرہ بھی بہانا پسند نہیں کرتا۔''

بقیہ؛ عالمی منظر نامہ

روس امریکا معاہدے کے بعد امریکا کا اس خطے میں رُکنے کا کوئی جواز نہ تھا، لیکن اس کی للچائی ہوئی نظریں یہاں کے معدنی وسائل پر مرکوز تھیں۔ لہٰذا ایک نیا مفروضہ گھڑا گیا۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر یعنی نیویارک میں واقع اپنے ہی عالمی تجارتی مرکز کو تباہ کردیا اور تخریب کاری کا الزام افغانستان کے دینی مدارس کے طلبا پر عائد کردیا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا افغانستان کے دور دراز دشوار گزار پہاڑی راستوں کے آگے دروں میں ان طلبا نے بہت ہائی فائی قسم کی لیبارٹریز قائم کر رکھی تھیں جہاں انتہائی سوپر سونک قسم کے لڑاکا طیارے تیار ہوتے تھے؟ 14000 کلومیٹر کی مسافت پر حملہ آور ہوکر امریکا کے سیکیورٹی اداروں کو چکما دیتے ہوئے اس کے تجارتی مرکز کو تباہ کردیتے ہیں۔ پوری دنیا اس کے اس مفروضے پر آمنا وصدقنا کا راگ الاپتی رہی۔ اس سارے عرصے میں پاکستان کی سرزمین قتل و غارت کا مرکز بنی رہی۔ روس اور چین یہ بات سمجھ گئے کہ چوں کہ امریکا نے ایک بڑی وسیع دنیا کو اپنا مطیع و فرماں بردار بنا رکھا ہے۔ ایشیائی خطے کی تخریب کاری اور تباہی کے سارے عمل میں اتحادی ملکوں کی حمایت امریکا کو حاصل رہی ہے، لہٰذا اگر اسے شکست دینی ہے تو اس کی طاقت کو کمزوری میں بدلنا ہوگا۔ امریکا کی اصل طاقت جدید ٹیکنالوجی اور مادی وسائل کے علاوہ اس کے اتحادی ملکوں کی حمایت ہے۔ مادی وسائل کا مقابلہ کرنے کے لیے چین میدان میں کودا۔ آزاد تجارتی منڈی یعنی فری مارکیٹ اکانومی کے ماڈل کو اختیار کرتے ہوئے منڈی کی قوتوں کے استعمال کے ذریعے سرمایہ دارانہ معاشی ماڈل کو فیل کردیا گیا۔ اس کا سارا سرمایہ ہی اس سے چھین لیا۔

آج امریکا کی معیشت بحران کا شکار ہے۔ وہ بُری طرح چین کے ہاتھوں گروی ہوچکا ہے۔ اس کا مالیاتی فنڈ جو کے 3.9 کھرب ڈالر پر مشتمل ہے، امریکا کا ادارہ ''دی بیلنس'' کے مطابق 27/اپریل 2017ء کو امریکا کے ذمے چین کا قرضہ 1.092 کھرب ڈالر تھا، جو کہ اس کے کل قرضے کا 27.9 فی صد بنتا ہے۔ دوسری طرف عوامی طاقت کی ضرورت تھی، وہ کام بھی روس بہت محتاط انداز سے کررہا ہے۔ وہ دنیا میں نئے معاہدات تشکیل دے رہا ہے، جس سے اقوامِ عالم ایک نئے عالمی سماج کی طرف پیش قدمی کررہی ہیں۔

طاقت کے بل بوتے پر کسی ملک کے نہ تو وسائل چھینے جارہے ہیں اور نہ ہی اقوام متحدہ کے ذریعے قومی وسائل کو عوام کی ملکیت سے نکال کر افراد کی ملکیت میں دیے جانے کا کوئی امکان ہے۔ چینی صدر کی کوشش ہے کہ بھارت اور پاکستان بھی جلد ایک دوسرے کے قریب آجائیں۔ ایک بڑے فورم کا حصہ بننے سے ان کے آپس کے مسائل آہستہ آہستہ ماند پڑجائیں گے۔ ویسے اگر غور کریں تو ان کے آپس کے اختلافات ہیں کیا؟

www.rahimia.org

وسیم اعجاز، کراچی

دلاورِ جنگ حضرت مولانا احمد اللہ شاہ مدراسیؒ

دلاورِ جنگ مولانا احمد اللہ شاہ مدراسیؒ 1787ء میں دریائے شور کے ساحلی علاقے ’چِنیا پٹن‘ میں جنوبی ہند کے نواب محمد علی مشیر و مصاحب سلطان ٹیپوؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق گولکنڈہ کے قطب شاہی خاندان سے تھا۔ اصل نام احمد علی اور خطاب ’دلاورِ جنگ‘ ہے۔ اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ جب مولانا موصوفؒ کہیں نکلتے تو ایک دستہ ڈنکا پیٹتا ہوا ساتھ چلتا تھا۔ اسی لیے ان کو ’ڈنکا شاہ‘ اور ’نقارہ شاہ‘ بھی کہا جاتا تھا۔ اپنی جوانی کے ایام ہی میں گھر بار چھوڑ کر حیدرآباد دکن اور مدراس وغیرہ سے ہوتے ہوئے انگلستان، مصر اور پھر حجاز پہنچ کر حج و زیارت کے بعد ترکی، ایران اور افغانستان ہوتے ہوئے ہندوستان واپس آئے۔ جے پور آ کر میر قربان علی شاہ چشتیؒ کے مرید ہوئے اور خلافت سے سرفراز کیے گئے۔ یہاں سے ٹونک گئے اور پھر گوالیار میں محراب شاہ قلندر گوالیاری کی خدمت میں پہنچے۔ انھوں نے اس حکم کے ساتھ آپؒ کو اجازت و خلافت دی کہ ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے ہر حال میں آزاد کرانا ہے۔

1857ء کی جنگِ آزادی کے حوالے سے لکھی گئی انگریزی کتب میں ان کا نام ’مدراس کا مولوی‘ بتایا گیا ہے۔ مولانا موصوفؒ کا شمار حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے شاگرد مفتی صدر الدین آزردہؒ کے معتمد ساتھیوں میں ہوتا ہے۔ جب مولانا مدراسیؒ دہلی میں تشریف لائے تو وہاں مفتی صدر الدینؒ سے ملاقات ہوئی اور جنگِ آزادی کے حوالے سے مشاورت ہوئی۔ مفتی صدر الدینؒ کے مشورے ہی سے مولانا موصوفؒ دہلی سے آگرہ تشریف لے گئے۔ مفتی صاحبؒ نے ایک تعارفی خط بھی سرکاری وکیل مفتی انعام اللہ خاں کے نام لکھ دیا، تاکہ نئی جگہ پر جا کر مولاناؒ کو کوئی پریشانی نہ ہو۔

1849ء میں آگرہ میں قیام کے دوران آزادی کی روح پھونکنے کے لیے انھوں نے درس و تدریس کا آغاز فرمایا۔ سیّد طفیل احمد منگلوری علیگ کے بہ قول:

’’ان کی مجالس میں مسلمان اور ہندو کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے۔ آگرہ کے درس میں تعداد دس ہزار تک ہو جاتی تھی۔ ہر دل عزیزی کا یہ عالم تھا کہ مجسٹریٹ کا ان کو گرفتار کرنے کا حکم تھا، لیکن پولیس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔‘‘

آگرہ کے بعد لکھنؤ اور پھر فیض آباد میں بھی آزادی کے متوالوں کی تنظیم سازی میں بہت اہم کردار ادا کیا۔

ایک نامور انگریزی مؤرخ ’ہومز‘ نے مولانا احمد اللہؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

’’ایک مولوی کچھ عرصے سے شہر شہر پھرتا رہا۔ وہ کافروں کے خلاف جہاد کی روح پھونکتا رہا۔ فیض آباد میں نمودار ہوا تو لوگوں کے دلوں میں فساد کا بیج بونا شروع کیا۔ اس وقت تک انگریزوں کو خفیف سا بھی اندازہ نہ تھا کہ ان کی بنیادوں کو متزلزل کیا جا سکتا ہے۔ ہم مولانا کی صلاحیتوں کا ٹھیک ٹھیک اندازہ نہ کر سکے۔‘‘

مولانا موصوفؒ کو انگریزوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں سے اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ ان کا ایک ہی جگہ پر قیام خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لیے باوجود بیماری کے وہ تیزی سے اپنی قیام کی جگہ تبدیل کرتے رہے۔ یہ بھی ان کی ایک جنگی چال تھی، جو نہایت کارگر ثابت ہوئی۔ اس حکمتِ عملی کا ایک اَور فائدہ یہ ہوا کہ زیادہ سے زیادہ علاقوں کا دورہ کر کے انھوں نے لوگوں کو جنگِ آزادی کے لیے آمادہ کیا۔

فیض آباد میں قیام کے دوران ہی مولانا موصوفؒ کو قید کر لیا گیا، لیکن 1857ء کے ہنگامے کے دوران جیل پر حملے کے نتیجے میں رہا ہو گئے۔ 30/ مئی 1857ء کو لکھنؤ میں جنگِ آزادی کا آغاز ہوا تو مولانا احمد اللہؒ وہاں بھی پیش پیش رہے۔ یہ معرکہ انتہائی منظم انداز میں پیش آیا۔ بدیسی حکمرانوں کو منہ کی کھانا پڑی۔ 31/ جولائی تک یہ معرکہ کامیابی کے ساتھ جاری رہا۔ میدانِ جنگ کا نقشہ مولانا موصوفؒ خود تیار فرماتے تھے اور اس کے مطابق مجاہدین کو ترتیب دیا جاتا تھا۔ آخرکار مولانا احمد اللہ شاہؒ اور ان کے ساتھی لکھنؤ کا بندوبست اپنے ہاتھ میں لے چکے تھے۔

مولانا احمد اللہ شاہؒ کی صلاحیتوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دہلی کے خراب حالات کے پیشِ نظر جنرل بخت خاں، ڈاکٹر وزیر خاں اور مولانا فیض علیؒ مع اپنے ساتھیوں اور فوجیوں کے دہلی سے نکل کر لکھنؤ چلے گئے تھے اور مولانا موصوفؒ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تھے۔ وہاں انگریزی فوج کے ساتھ خوب مقابلہ ہوا۔

انگریزوں سے آخری جنگ شاہ جہان پور میں ہوئی۔ شاہ جہان پور میں جنگِ آزادی کے ایک اَور مجاہد نانا پیشوا بھی مولاناؒ کے ساتھ شامل ہو چکے تھے، مگر اپنوں ہی کی غداریوں کی وجہ سے شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

مولانا احمد اللہ شاہؒ کو پوائن کے بلدیو سنگھ نے دعوت کے بہانے بلا کر دھوکے سے 15/ جون 1858ء کو شہید کر دیا۔ یہ شخص انگریزوں سے ملا ہوا تھا۔ اس کے بعد راجہ اور اس کے بھائیوں نے مولاناؒ کا سر تن سے جدا کر کے انگریز مجسٹریٹ کے حوالے کیا اور اس ملعون فعل کے عوض 50 ہزار روپے بہ طورِ انعام حاصل کیے۔ ولی اللّٰہی تحریک کے ایک اَور اہم رُکن مولانا فضلِ حق خیرآبادیؒ نے ان کی شہادت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ’’اس نیک سرشت بہادر سے ایک دیہاتی کافر زمیندار نے بڑا داؤ کھیلا۔ اس نے مولاناؒ کا ساتھ دینے کی قسمیں کھائیں، لیکن عین وقت پر دھوکا دے دیا۔‘‘

مولانا احمد اللہ شاہؒ 1857ء کی جنگِ آزادی کے وہ مجاہدِ اعظم تھے کہ جنھوں نے عزمِ مصمم کیا ہوا تھا کہ میں اس وقت تک تلوار نہ چھوڑوں گا، جب تک یا تو اجنبی اس سرزمین سے نہ نکل جائیں، یا خود میرے سر پر تاجِ شہادت نہ رکھ دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اکابرین کے مشن پر چلنے اور ان کی زندگیوں سے رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

www.rahimia.org

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی قدس سرہٗ کے نام

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کا ایک اہم مکتوب

(لیٹر پیڈ) دفتر دارالعلوم دیوبند ضلع سہارن پور

حضرت المخدوم المعظّم مدّ فُیوضکم

بعد سلام عرض ہے کہ عریضہ لکھنے ہی والا تھا کہ آں محترم کی طرف سے چند مطبوعہ فارم محمد قاسم ولی اللہ سوسائٹی کے پہنچے۔ یادفرمائی اور شفقت کا شکرگزار ہوں۔ جس اہم ضرورت کی وجہ سے عریضہ لکھنے والا تھا، وہ یہ کہ دارالعلوم اور علمائے جماعت پر ایک عظیم قرض ہے، جس کے ادا کرنے سے وہ یقیناً قاصر رہی ہے اور اس کا الزام پوری جماعت پر ہے۔ یعنی حضرت (مولانا محمد قاسم) نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ نے چند اوراق لکھے ہیں، جو مطبوعہ ہیں، مگر یہ سوانح نہیں ہے۔ صرف وقتی طور پر عین وفات کے بعد متوسلین کی تسلی اور یادداشت کے لیے یہ چند اوراق تحریر فرمادیے تھے، جو سوانح کی حیثیت نہیں رکھتے۔

چناں چہ حضرت (مولانا رشید احمد) گنگوہیؒ نے اس سوانح پر یہ فرمایا تھا کہ:

''مولوی یعقوب ان کی سوانح کیا لکھ سکتے ہیں۔ دنیا میں اگر کوئی ان کی سوانح لکھ سکتا تھا تو مَیں۔ مگر مَیں آنکھوں سے معذور ہوں۔ بہر حال سوانح نہیں لکھی گئی۔''

حیرت ناک بات یہ ہے کہ حضرت (مولانا رشید احمد) گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (سہارن پوریؒ)، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ اور حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسن) رحمۃ اللہ علیہ سب کی سوانح مرتب (ہوئیں)، لیکن نہ ہوئی تو حضرت نانوتویؒ (کی)، جن کی شخصیت اور ذات بہت سے علمی اور دینی شاہکاروں اور اسوؤں کا مجموعہ ہے۔ اور اپنے ہم عصروں میں اپنی علمی اور عملی حیثیت میں ممتاز درجہ رکھتی ہے۔ اس چیز کو پیش نظر رکھ کر اس کا عزم اس نالائق نے باندھا اور ارادہ کیا کہ اس کام کو مھما أمکن (جہاں تک ممکن ہو سکے) ترتیب دیا جائے۔ گو وقت نکل چکا ہے اور ان وقائع اور سوانح کے حامل دنیا سے گزر چکے ہیں، مگر خیر! ما لا یُدرک کُلّهٗ لا یُترک کُلّهٗ۔ (جس کے متعلق تمام معلومات نہ ملیں، اس کی کچھ معلومات بھی نہیں چھوڑنی چاہئیں) اس لیے کچھ نوشتے، کچھ خطوط، کچھ زبانی اور صدری معلومات کو جمع کرا رہا ہوں اور ایک حد تک اس میں کامیابی بھی ہو رہی ہے۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ ''آں محترم بہت سے واقعات اور اصول وکلیات میں حضرتؒ کے بالواسطہ امین ہیں۔ بالخصوص ان کی سیاسی اور جہادی زندگی کی ترتیب اور واقعات جس قدر جناب کے پاس ہوں گے، دوسرے سے یہ توقع نہیں باندھی جا سکتی۔ اس لیے جس قدر بھی حقائق اور وقائع خزانۂ قلب ودماغ میں محفوظ ہوں، انھیں مدوّن کرا دیں۔'' آخر جناب نے ''الفرقان'' میں ولی اللہ نمبر کے لیے ایک جامع مضمون بھیجا تو اس کام میں آپ تقاعد کیسے فرمائیں گے۔

اس کی ضرورت نہیں ہے کہ واقعات مرتب اور منتسق ہوں، یہ کام ہم کرلیں گے۔ آپ کو تو کیف ما تفّق جو یاد آجائے، منتشر طریق پر کسی کو بتلا کر لکھا دیں۔ دس بیس دن اگر اس کو بہ طورِ فکر کے جناب کے ذہن میں رکھ کر جب بھی جو چیز یاد آتی جائے، کسی کو ارشاد فرمادیں کہ وہ لکھ لے، مگر ما یُقرأ۔ تو بہر حال کچھ ذخیرہ فراہم ہو جائے گا۔ جس کی روایت سے ہو، مروی عنہٗ کے نام کی تصریح ہو جائے تو اَور زیادہ بہتر ہے۔ ورنہ تو جناب کی ذات بھی اس حکایت کی توثیق کے لیے کافی دلیل ہوگی۔ پھر واقعہ بھی شرط نہیں۔ کوئی کلیہ، کوئی اصول، کوئی حکمت کی بات جو یاد آجائے، وہ منتشر ہی قلم بند کرا دی جائے۔ مثلاً:

حضرتؒ نے علمی دنیا میں کیا تجدید کی؟

مغربی الحادو لادینی کا کیا مقابلہ کیا؟

نئی شوکت وتسلط سے بچاؤ کی کیا کیا پیش بندیاں کیں؟

عام دنیائے اسلام کے لیے کیا خدمت کی؟

دیوبند کی جماعت میں کیا خصوصیات پیدا کیں، جس سے وہ ایک مستقل جماعت کہلائی؟

ان کا رنگ اور ذوق کیا تھا؟

مختلف فیہ مسائل میں کیا انداز تھا؟

قرآن وحدیث اور فقہ کی کیا خدمت کی؟

متوسلوں اور مستفیدوں میں کیا جذبات بھرے؟

ان میں اور ان کے ہم عصر بزرگوں میں ما بہ الفرق اور ما بہ الامتیاز کیا تھا؟

دارالعلوم کے اصولِ اساسی سے جماعتِ علما کو کدھر لے جانا چاہتے تھے؟

شیخ الہندؒ اُن کے نائب اور خلیفہ تھے تو انھیں کس کام پر انھوں نے خلف بنایا؟

سیاسی خدمات کیا کیا کیں؟

قوم کی تعمیری خدمت کیا کی؟

خود ان کے ہم عصر انھیں کس نگاہ سے دیکھتے تھے؟ وغیرہ وغیرہ۔

میں جناب کو کیا لکھوں! بس جو آپ مناسب سمجھیں، اس کام کو کردیں اور جتنا بن پڑے اور جیسا بن پڑے، کچھ نہ کچھ کر کے بھیج دیا جائے۔

امید کہ مزاجِ گرامی بہ عافیت ہوگا۔ دعا کا ملتجی ہوں۔

حضرت مولانا محمد صادق صاحب قبلہ کی خدمت میں سلام نیاز عرض ہے۔

والسلام احقر محمد طیب غفرلہٗ از دارالعلوم دیوبند

۲۸/۷/۶۳ھ/ ۱۹/ جولائی 1963ء

(ماخوذ سہ ماہی ''احوال وآثار'' کاندھلہ، مرتبہ: مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی شمارہ رجب، شعبان، رمضان ۱۴۲۸ھ/ جولائی اگست ستمبر 2007ء)

www.rahimia.org

مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

احکام و مسائل قربانی

مسئلہ نمبر۱: ہر ایسے مسلمان عاقل، بالغ مرد و عورت پر قربانی کرنا واجب ہے جو عید الاضحیٰ کے دن مقیم ہو اور صاحبِ نصاب اور مالدار ہو یعنی ساڑھے باون تولہ (52-1/2) چاندی یا اس کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد سامان کا مالک ہو۔ اس مال کی ملکیت پر سال گزرنا ضروری نہیں۔ بلکہ اگر اس دن بھی اتنے مال کا مالک بنا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ (شامی۔ص:۳۱۲/۶)

مسئلہ نمبر۲: گھر میں موجود تمام افراد الگ الگ نصاب کے بقدر مالک ہوں تو ہر ایک پر علاحدہ سے قربانی کرنا واجب ہے۔ صرف گھر کے سربراہ کی طرف سے قربانی کر دینا سب کے لیے کافی نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر۳: قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ بیوی اور اولاد کی طرف سے واجب نہیں۔ بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے قربانی کر دی تو نفل ہو گی، لیکن اس کے مال میں سے قربانی کرنا ہرگز جائز نہیں۔ (عالمگیری ص ۱۹۹ جلد ۶)

مسئلہ نمبر۴: فقیر، محتاج اور مسافر پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔ (شرح البدایہ ۴۴۳/۴)

مسئلہ نمبر۵: ایسا قرض دار کہ اس کے پاس موجود مال کے عوض اس کا قرض ادا ہوتا ہو اس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر قربانی کرلے تو ہو جائے گی۔

مسئلہ نمبر۶: قربانی کے جانور شرعاً مقرر ہیں: بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ اونٹنی، صرف ان جانوروں کی قربانی درست ہے اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۷: قربانی کے لیے گائے، بیل، بھینس، بھینسا کی عمر کم از کم دو (۲) سال، اور اونٹ، اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال اور باقی جانوروں کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ ہاں اگر بھیڑ یا دُنبہ سال بھر سے کم کا ہو لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے، تو فرق محسوس نہ ہو، تو اس کی قربانی بھی ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ چھ ماہ سے کم نہ ہو۔

مسئلہ نمبر۸: گائے، بھینس اور اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کرلیں تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور اس کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو۔ اگر کسی ایک حصہ دار کی نیت صرف گوشت کھانے کی ہو یا تجارت کی ہو، تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔

مسئلہ نمبر۹: چھوٹے جانور بھیڑ، بکری وغیرہ میں کئی آدمی شریک نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ایک شخص کی جانب سے ایک ہی جانور ہو سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۰: اگر گائے، بھینس، اونٹ میں سات (۷) آدمیوں سے کم شریک ہوئے، مثلاً پانچ (۵) آدمی یا چھ (۶) آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں تب سب کی قربانی درست ہے۔ اور اگر آٹھ (۸) آدمی شریک ہو گئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔ (ایضاً)

مسئلہ نمبر۱۱: اگر کسی آدمی پر قربانی واجب ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے نے اس کا حصہ گائے وغیرہ میں رکھ دیا تو کسی کی قربانی جائز نہ ہوگی، البتہ اگر نفلی ہو تو جائز ہوگی۔

مسئلہ نمبر۱۲: سات (۷) آدمی گائے میں شریک ہوئے تو گوشت کے سات (۷) حصے بناتے وقت اندازہ سے تقسیم نہیں کرنا چاہیے بلکہ اچھی طرح ٹھیک تول کر تقسیم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی حصہ زیادہ یا کم رہا تو سود ہو جائے گا اور گناہ ہوگا۔ (شرح التنویر ص ۳۱۰ جلد ۵)

مسئلہ نمبر۱۳: قربانی کا جانور صحیح اور بغیر عیب کے ہونا چاہیے۔ لہٰذا ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں جن میں درجِ ذیل عیب ہوں:

۱۔ اندھا یا کانا ہونا۔

۲۔ بہت بیمار، بہت دُبلا پتلا جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔

۳۔ اتنا لنگڑا کہ صرف تین پاؤں پر چلتا ہو، چوتھے پاؤں سے چل نہ سکتا ہو۔

۴۔ تمام یا اکثر دانت گر گئے ہوں یا سرے سے دانت ہی نہ ہوں۔

۵۔ پیدائشی کان ہی نہ ہوں یا کان تو ہوں لیکن اکثر حصہ کٹا ہوا ہو۔ (البتہ وہ جانور جس کے کان تو ہیں لیکن بالکل ذرا ذرا سے ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے)

۶۔ مادہ جانور کے تھن بالکل نہ ہوں یا دوائی وغیرہ لگا کر خشک کر دیے گئے ہوں بھیڑ بکری کا صرف ایک تھن ہو۔ گائے، بھینس اور اونٹنی کے صرف دو تھن ہوں۔

۷۔ جس جانور کا سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو۔ (البتہ جس جانور کے پیدائشی ہی سینگ نہ تھے یا سینگ تھے اور ان کے خول ٹوٹ گئے تو اس کی قربانی جائز ہے)

مسئلہ نمبر۱۴: ذی الحجہ کی دسویں (۱۰) تاریخ سے لے کر بارہویں (۱۲) تاریخ کی شام (غروب آفتاب) تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ جس دن چاہے قربانی کرے لیکن بہترین دن دسویں (۱۰) تاریخ کا دن ہے۔ پھر گیارہویں تاریخ اور پھر بارہویں تاریخ ہے۔

مسئلہ نمبر۱۵: نمازِ عید الاضحیٰ ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۱۶: اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔

مسئلہ نمبر۱۷: قربانی کا گوشت خود کھائے، اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرے۔ فقیروں اور محتاجوں کو خیرات کر دے سب جائز ہے، بہتر یہ ہے کہ کم از کم ایک تہائی حصہ خیرات کرے۔

مسئلہ نمبر۱۸: قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۱۹: جس نے قربانی کرنے کی نذر مانی پھر وہ کام ہو گیا جس کی نذر مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے۔ چاہے مالدار ہو یا نہ ہو۔ اور نذر کی قربانی کا سارا گوشت فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے، نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے۔

مسئلہ نمبر۲۰: قربانی کی کھال یا اس کی قیمت یا گوشت چربی/ چھیچھڑے وغیرہ قصاب کو ذبح کے عوض دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۲۱: قربانی کی کھال، جانور کے گلے کی رسی وغیرہ سب چیزیں اللہ کے راستے میں خیرات کرنا چاہیے۔ اگر یہ چیزیں فروخت کر دیں تو ان کی قیمت خیرات کرنا لازم ہے۔ البتہ قربانی کی کھال اگر خود استعمال کرے، مثلاً جائے نماز بنالے تو جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۲۲: قربانی کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ یکم ذی الحجہ سے لے کر قربانی سے فارغ ہونے تک حجامت نہ بنوائے تاکہ حاجیوں سے مشابہت ہو جائے۔

عیدالاضحیٰ کے احکام ومسائل

مسئلہ نمبر۱: ذی الحجہ کی دسویں تاریخ عیدالاضحیٰ ہے۔ اس دن ہر اس مسلمان پر دو رکعت نماز باجماعت بطورِ شکریہ کے پڑھنا واجب ہے، جس پر جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر۲: عیدالاضحیٰ کے دن درجِ ذیل چیزیں مسنون اور مستحب ہیں:

۱۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔
۲۔ شریعت کے مطابق اپنی آرائش کرنا۔
۳۔ غسل کرنا۔
۴۔ مسواک کرنا۔
۵۔ عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا۔
۶۔ خوشبو لگانا۔
۷۔ عید کی نماز سے پہلے کوئی چیز نہ کھانا۔
۸۔ عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔
۹۔ عیدگاہ صبح سویرے جانا۔
۱۰۔ عیدالاضحیٰ کی نماز اول وقت پڑھنا۔
۱۱۔ عیدگاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر تشریق یعنی
اَللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْد
کہنا اور پیدل عیدگاہ جانا۔
۱۲۔ عیدگاہ جس راستے سے جائے دوسرے راستے سے واپس گھر آنا۔

مسئلہ نمبر۳: جہاں نمازِ عید پڑھی جائے وہاں اس دن اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز سے پہلے بھی اور نماز کے بعد بھی، ہاں گھر آ کر نمازِ عید کے بعد پڑھنا مکروہ نہیں اور نمازِ عید سے پہلے گھر میں بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر۴: عورتیں اور جو لوگ کسی وجہ سے نمازِ عید نہ پڑھیں ان کا نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر۵: ایک شہر میں عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد جگہوں میں جائز ہے۔

تکبیراتِ تشریق کے احکام

عرفہ یعنی نو (۹) ذی الحجہ سے تیرہ (۱۳) ذی الحجہ تک پانچ (۵) دن ایامِ تشریق کہلاتے ہیں۔ ان ایام میں باجماعت ادا کی جانے والی ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیرِ تشریق یعنی: ''اَللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْد'' کہنا واجب ہے۔ البتہ عورتیں یہ تکبیر آہستہ آواز سے پڑھیں۔ نو (۹) ذی الحجہ نمازِ فجر سے لے کر تیرہ (۱۳) ذی الحجہ کی نمازِ عصر تک ہر فرض نماز کے بعد یہ تکبیرات کہی جائیں گی۔ یہ کل تئیس نمازیں ہوئیں۔ نماز کے فوراً بعد یہ تکبیرات کہنا چاہیے۔ اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں۔ یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے تب کہیں۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے لیے گھر سے نکلیں تو راستے میں بلند آواز سے تکبیرِ تشریق کہنی چاہیے۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد بھی تکبیر کہنا بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہے۔

طریقہ نمازِ عیدالاضحیٰ

سب سے پہلے یہ نیت کرے کہ ''دو (۲) رکعت واجب نمازِ عیدالاضحیٰ چھ واجب تکبیروں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔''

پہلی رکعت اس طرح ادا کی جائے گی: تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ امام ومقتدی سبحانک اللّٰھمّ آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد امام تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور ہاتھ چھوڑ دے، آخری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے۔ مقتدی بھی اس کی اقتدا کریں۔ اس طرح تین تکبیرات ادا کی جائیں گی۔ ہر دو (۲) تکبیروں کے درمیان اتنا وقفہ ضروری ہے کہ تین (۳) مرتبہ سبحان اللہ کہہ لے اس کے بعد دیگر نمازوں کی طرح قرأت فاتحہ وسورت اور رکوع وسجود کیے جائیں۔

دوسری رکعت میں امام پہلے قرأت کرے گا اس کے بعد پہلی رکعت کی طرح تین (۳) تکبیرات زائدہ ادا کی جائیں اور ہر دفعہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیے جائیں، آخری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے ہوئے رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور سجود کے بعد حسبِ معمول تشہد پڑھ کر نماز مکمل کریں۔

مسئلہ: اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے کہ نمازِ عید میں جماعت شرط ہے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کوئی شخص نمازِ عید میں شریک ہوا اور کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی ہو تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا، نہ اس پر قضا واجب ہے۔ البتہ اگر فاسد ہونے والی نماز میں کچھ اور لوگ بھی شریک ہیں تو پھر پڑھنا واجب ہے۔

خطبہ عیدالاضحیٰ کے احکام: نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد امام دو (۲) خطبے پڑھے گا۔ خطبہ پڑھنا سنت ہے اور خطبہ سننا واجب ہے۔ یعنی اس وقت آپس میں بولنا، چلنا، پھرنا، اور نماز پڑھنا وغیرہ سب ناجائز ہے۔

ادارہ رحیمیہ لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام

گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ مین کیمپس لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام کیا گیا ہے۔ جو احباب اپنے یا اپنے دوستوں اور احباب کے قربانی میں حصص رکھنا چاہیں، وہ ادارہ کے دفتر سے رابطہ کرکے اپنا نام درج کروالیں۔

گائے میں قربانی کا ایک حصہ تقریباً مبلغ =/8,500 روپے کا ہوگا۔

رابطہ برائے حصص قربانی: حافظ محمد شفیق (ناظم دفتر ادارہ)

0321-6455369

قربانی کے موقع پر ادارہ رحیمیہ سے تعاون کریں!

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور سے وابستہ احباب اور معاونین ملک بھر میں ادارہ کے لیے قربانی کی کھالیں جمع کرتے ہیں۔ متعلقین اور متوسلین اور دیگر تمام احباب سے درخواست کی جاتی ہے کہ اس سلسلہ میں چرم ہائے قربانی اکٹھا کرنے کے لیے ملک بھر میں ادارہ کے قائم کردہ مراکز میں کارکنان اور معاونین رحیمیہ سے بھرپور تعاون فرمائیں۔

نام معاون ادارہ رحیمیہ: ....

ایڈریس اور رابطہ نمبر : ....

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفترِ ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔